حسن معاشرت کے قرآنی اصول(سورۃ الحجرات کی روشنی میں)

Quranic Principles of Good Society (In the Light of surah āl-ḥğrāt)

Dr. Sadia Tahseen
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore:
saadiatehseen@lgu.edu.pk

Abstract
The great tragedy of the present age social chaos and anarchy the reason of which is moral degeneration. It is undeniable fact that high moral values are an integral part of a healthy society. Moral decay helps hasten degenerate the whole fabric of Society. A very important object of Islam is to set up a society that is based on respect for humanity, where every individual becomes a source of peace and happiness, where no one disrespects another, where mutual relations are above selfishness and vested interests. For this a hosts of Universal moral values have been enshrined in the Quran and Sunnah. Surah āl-ḥğrāt which is a beautiful blend of universal social and moral teachings that can be applied to the individuals living in the any society of the World. To explain this fact only two verses of surah āl-ḥğrāt are selected in this research article to high light the following moral values not to scoffing, nor defaming one another, nor using offensive nicknames that amount to defamation, Nor suspicions, nor spying on another and nor speaking ill of each other behind their backs (back biting).

Keywords: *Quran, āl-ḥğrāt, Society, Humanity, Happiness, Peace.*

عصر حاضر کا ایک سنگین المیہ یہ ہے کہ انسانی معاشرہ شدید انتشار اور بحران کا شکار ہے۔ اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں اور باہمی تعلقات خود غرضی اور مفاد پرستی پر مبنی ہیں۔ بشمول ہمارے معاشرے کے پوری دنیا کا یہی منظر نامہ ہے۔ اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اعلیٰ اخلاقی قدریں اپنا کر ہی ایک صحت مند معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی مدح ان الفاظ میں کی:

”وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ “[1]

اور آپؐ نے بہترین اخلاق کی تکمیل کو اپنی بعثت کا ایک مقصد قرار دیا' آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

---

[1] القلم 4:86

Āl-qlm 86:4

حسن معاشرت کے قرآنی اصول (سورۃ الحجرات کی روشنی میں)

"بعثت لاتمم حسن الاخلاق "[2]

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ میں تمام اخلاقی اوصاف کو پورے کمال کے ساتھ جمع کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کے فوراً بعد ہی اپنے صحابہ کی تعلیم کے ساتھ اخلاقی تربیت کا بھی ایسا اہتمام فرمایا جس کا ایک اظہار نبوت کے پانچویں سال ہجرت حبشہ کے موقع پر نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیارؓ کی اس تقریر میں ہوتا ہے:

"اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے، مردار کھاتے اور بے حیائی وبدکاریوں میں مبتلا تھے، رشتہ داروں کا حق مارتے تھے اور ہمسائیوں کو دکھ دیتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، طاقتور کمزور کو کھاجاتے تھے، اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول بھیجا جس کا خاندان، حسب ونسب اور جس کی سچائی، امانت اور پاکبازی سے ہم پہلے سے واقف تھے۔ انہوں نے ہم کو ایک اللہ پر ایمان لانے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دی، انہوں نے ہم کو سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھنے، پڑوسی سے حسن سلوک کرنے، ناجائز اور حرام باتوں اور خون ریزیوں سے پرہیز کا حکم دیا، بے حیائی کے کاموں، جھوٹ بولنے اور یتیم کا مال کھانے سے منع فرمایا، پس ہم ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی جو انہوں نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام مانا اور جو انہوں نے حلال بتایا ہے اس کو حلال تسلیم کیا۔"[3]

یہی وہ عرب تھے جن میں ہر سطح کی جاہلیت اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی لیکن نبی کریم ﷺ نے خود شناسی اور خدا شناسی سے محروم اس قوم کی تعلیم وتربیت اس طرز پر کی کہ یہی عرب، دنیا کے لیے علم واخلاق کی مثال بن گئے۔

حسن معاشرت کا انحصار فضائل اخلاق کو اپنانے اور رذائل اخلاق کو ترک کرنے میں ہے۔ قرآن وسنت میں جگہ جگہ ہمیں یہ تعلیمات ملتی ہیں جن کو اپنا کر ہم اپنے باہمی تعلقات کو اس نہج پر استوار کرسکتے ہیں کہ جس میں حقوق وفرائض کا خیال رکھا جائے، جس میں صدق، سخاوت، عفت، دیانت، رحم، عدل، اعتدال، خوش کلامی، ایثار اور احسان کے

---

[2] مالک بن انس، الموطا، کتاب الجامع باب ماجاء فی حسن الخلق
mālk bn āns' ālmwṭā' ktāb ālǧām' bāb māǧā' fy ḥsn ālḫlq

[3] احمد بن حنبل، المسند، بیروت، موسسة الرسالة، 3/266
āḥmd bn ḥnbl' ālmsnd' byrwt' mwssh ālrsālh' 3/366

جذبات پروان چڑھیں اور جھوٹ، بخل، خیانت، بہتان، چغل خوری، غیبت اور بدگمانی جیسے رزائل سے اجتناب کا ماحول ہو۔

قرآن و سنت میں زندگی گزارنے کے جس قدر تفصیلی احکامات بیان کئے گئے ہیں۔ ایک مختصر تحریر میں اس کا احاطہ ممکن نہیں۔ لہٰذا اختصار کے پیشِ نظر یہاں صرف سورہ حجرات کی دو آیات کی وضاحت پر اکتفا کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ یَسْخَرْ قَومٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلاَ نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَلاَ تَلْمِزُوا اَنفُسَکُمْ وَلاَ تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ بِئسَ الْاِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُلٰئِکَ هُمْ الظّٰلِمُوْنَ"[4]

اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور جس نے توبہ نہ کی تو یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔

مذکورہ بالا آیت میں تین احکام بیان کئے گئے ہیں:

پہلا حکم ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑانے کا ہے۔

دوسرا حکم آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرنے کا ہے۔

تیسرے حکم میں ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد کرنے کی ممانعت ہے۔

پہلا حکم: مذاق اڑانے کی ممانعت:

یہ آیت بنو تمیم کے وفد کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے فقراء صحابہ کا مذاق اڑایا جس طرح حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت ابن فہیرہ، حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت سلیمان اور حضرت سالم جو ابوحذیفہ کے غلام تھے۔[5]

---

[4] الحجرات 11:49

Āl-ḥğrāt 49:11

[5] قرطبی، الجامع للاحکام القرآن، القاهرہ، دارالکتب المصریة، 16/325

qrṭby، āl-ğām، llāḥkām ālqran، ālqāhrh، dārālktb ālmṣryh، 16/ 325

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت عکرمہ بن ابی جہل کے حق میں نازل ہوئی جب وہ مدینہ میں مسلمان کی حیثیت سے آیا۔ مسلمانوں نے جب اسے دیکھا تو کہا یہ ہے اس امت کے فرعون (ابو جہل) کا بیٹا۔ عکرمہ نے اس کی شکایت نبی کریم ﷺ سے کی تو یہ یہ آیت نازل ہوئی (کہ ایک دوسرے کا مذاق مت اڑاؤ)۔[6]

مذاق اسی کا اڑایا جاتا ہے جس کی عزت اور احترام دل میں نہ ہو۔ جب آپ کسی کا مذاق اڑاتے ہیں تو گویا آپ اس چیز کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ اس شخص کی میرے دل میں کوئی عزت نہیں جب آپ اس کی عزت نہیں کرتے تو اسے کیا پڑی ہے کہ وہ آپ کا احترام کرے۔ جب دلوں سے ایک دوسرے کے لیے عزت اور احترام کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے تو انسان عداوت و دشمنی کے گہرے کنویں میں گرتا چلا جاتا ہے۔[7]

مذاق اڑانے سے مراد محض زبان ہی سے کسی کا مذاق اڑانا نہیں ہے بلکہ کسی کی نقل اتارنا، اس کی طرف اشارے کرنا، اس کی بات پر یا اس کے کام یا اس کی صورت یا اس کے لباس پر ہنسنا، یا اس کے کسی نقص یا عیب کی طرف لوگوں کو اس طرح توجہ دلانا کہ دوسرے اس پر ہنسیں، یہ سب بھی مذاق اڑانے میں داخل ہیں۔[8]

یہاں عورتوں کا ذکر خصوصی طور پر علیحدہ سے کیا گیا کیونکہ عموماً عورتوں میں مذاق اڑانے کا وصف زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس لیے انہیں الگ سے یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اس امر سے باز رہیں کہ کسی کا لباس کیسا ہے یا کسی کی گفتار عجیب ہے یا کسی کا چہرہ ایسا ہے یا کوئی کیسا دکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ معاشرتی سطح پر کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں تو اس حکم سے بری الذمہ ہوں۔ مرد و عورت دونوں کو واضح کر دیا گیا ہے کہ معاشرت کو پر امن بنانے کے لئے ان احکامات پر عمل پیرا ہونا لازم ہے۔ تاکہ امت میں کسی بھی سطح پر کوئی تفریق یا اختلاف نہ بڑھے۔ اور مرد و عورت کے مابین ہم آہنگی بر قرار رہے۔[9]

---

[6] ایضاً

Ibid.

[7] محمد کرم شاہ، الازہری، ضیاء القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 4/593

mḥmd krm šāh ʿālāzhryʿ ḍyāʾ āl-qranʿlāhwrʿḍyāʾ āl-qran pbly kyšnzʿ4/593

[8] مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 5/85

mwdwdyʿ ābwālāʿlyʿ tfhym āl-qranʿlāhwrʿādārh trǧmān āl-qranʿ 5/85

[9] Raza, A.A, A Rehman & HF Rasool. "Promoting interfaith harmony and the common challenges facing the state system regarding the unity of the Ummah, in the light of Quranic teachings: بین المسالک ہم آہنگی کا فروغ اور نظامِ ریاست کو وحدت امت کے حوالے سے درپیش مشترکہ چیلنجز، قرآنی تعلیمات کی روشنی میں." *The Islamic Culture" As-Saqafat-ul Islamia" الثقافة الإسلامية Research Journal-Sheikh Zayed Islamic Centre, University of Karachi* 47, no. 1 (2022).

نبی کریم ﷺ کی ازواج میں سے حضرت صفیہؓ کا قد چھوٹا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے کہا کہ حضرت صفیہ چھوٹے قد کی ہیں ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے ایسی بات کی ہے اگر اسے سمندر میں ملایا جائے تو وہ متغیر ہو جائے۔[10]

آیت کے اس حصہ میں ہمارے لیے سبق ہے کہ ہم کسی دوسرے کا مذاق اڑانے کی جرأت نہ کریں اور اپنے اعمال کی فکر کریں کیونکہ ہم جس کا مذاق اڑانے کا مرتکب ہو رہے ہیں یا ہمیں اس میں کوئی عیب نظر آرہا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اللہ کو اس کی کوئی اچھائی پسند ہو اور اللہ اس کی اسی نیکی پر اس کے گناہ بخش دیں۔

دوسرا حکم: طعن و عیب لگانے کی ممانعت:

یہ بھی ایک ایسا برا وصف ہے جو ہمارے باہمی تعلقات کو متاثر کرتا ہے۔ جب ہم ایک دوسرے کی عیب جوئی کرتے ہیں، بول چال میں یا چھوٹے اور لمبے قد کی وجہ سے اس پر پھبتیاں کسنا یا کسی اشارے سے، غرضیکہ اپنے کسی بھی اظہار سے دوسرے پر ملامت کرنا اس زمرے میں شامل ہے۔ ان تمام حرکتوں سے سوائے تعلقات بگاڑنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ انسان کو اپنے عیب پر نظر رکھنی چاہیے اور اصلاح کی فکر میں رہنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ جب تو اس بات کا ارادہ کرے کہ اپنے ساتھی کا عیب ذکر کرے تو اپنے عیبوں کو یاد کرلے۔[11]

مسلمان تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا دوسرے پر طعن کرنا خود اپنے اوپر طعن کرنا ہوتا ہے۔ اس ضمن میں امام نسفی نے بڑی جامع بات کہی:

"فمتى عاب المومنُ المومنَ فكأنما عاب نفسه"[12]

پس جب کوئی مومن دوسرے مومن کی عیب جوئی کرتا ہے گویا وہ اپنی عیب جوئی کرتا ہے۔

[10] الجامع للاحکام القرآن: 16/326

Āl-ğām' llāḥkām āl-qran: 16/326

[11] بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الادب المفرد، باب العیاب، رقم الحدیث: 328

bẖāry' mḥmd bn āsmۡyl' āl-ādb āl-mfrd' bāb āl'yāb' rqm āl-ḥdyṯ: 328

[12] نسفی، ابوالبرکات، مدارک التنزیل و حقائق التاویل، دمشق، دارالقلم، 3/354

nsfy'ābwālbrkāt'mdārk āltnzylw ḥqāyq āl-tāwyl'dmšq' dār āl-qlm' 3/354

تیسرا حکم: برے القابات سے پکارنے کی ممانعت:

یہ تیسرا حکم ہے جس میں معاشرت کے آداب کالحاظ رکھا گیا ہے۔ کسی کو کسی لقب سے ملقب کرنے کو لغت میں نبز کہتے ہیں لیکن عموماً اس کا استعمال اس لقب کے لیے ہوتا ہے جس میں کسی کی مذمت ہو اور جسے وہ شخص ناپسند کرے۔ کسی اندھے کو اندھا اور کانے کو کانا کہنا بھی جائز نہیں۔[13]

کسی فرد کو ایسے نام سے یا ایسے لقب سے نہ پکارا جائے جس سے وہ شرم محسوس کرتا ہے یا جس سے اس کی تحقیر ہوتی ہے وہ ذلت محسوس کرتا ہو یا دل ہی دل میں تنگی محسوس کرتا ہو۔ کسی کو کافر کہنا یا فاسق کہنا یا منافق کہنا درست نہیں۔ چاہے اس فرد میں وہ برائی یا وصف موجود ہو یا نہ ہو۔ اسلام ہمیں اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ ہم کسی کا ایسا نام رکھیں جس سے اس کو تکلیف اور اذیت محسوس ہو یا کسی بھی طرح تنقیص کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ اس کے برعکس ایک انسان کو چاہیے کہ وہ دوسرے انسان کو اس نام سے پکارے جسے سن کر وہ خوشی اور مسرت محسوس کرے نبی کریم ﷺ نے خود صحابہ کرامؓ کو مختلف القابات سے نوازا، جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ابوتراب، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اسد اللہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا لقب دیا۔

مذکورہ بالا تین احکامات کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو توجہ دلائی کہ اگر انسان ان برائیوں سے باز نہ آیا اور اس نے ان تین احکامات پر عمل نہ کیا بلکہ جاہلیت کی ان باتوں کو اپنا شعار بنایا تو اس کا یہ شرمناک رویہ اسے ظالم لوگوں کی صف میں شامل کر دے گا۔

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنْ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَلاَ تَجَسَّسُوا وَلاَ يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًااَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَحِيْمٌ۔"[14]

اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو، اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم اس کو برا سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

---

[13] ضیاء القرآن:4/594

ḍyāʾ āl-qran:4/594

[14] الحجرات 12:49

āl-ḥğrāt 49:12

اس آیت میں بھی تین احکام مذکور ہیں۔ پچھلی آیت کو شامل کر کے مجموعی طور پر چوتھا حکم بدگمانی سے اجتناب، پانچواں حکم عدم تجسس اور چھٹے حکم میں غیبت کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے۔

چوتھا حکم: بدگمانی سے اجتناب:

اس آیت میں مطلق گمان کرنے کی ممانعت نہیں بلکہ بہت زیادہ گمان کرنے سے اجتناب کی تعلیم ہے کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں جس کا دوسرا مطلب یہ نکلتا ہے کہ بعض گمان جائز بھی ہوتے ہیں۔ گمان کی کئی اقسام ہیں۔

ایک قسم کا گمان وہ ہے جو اخلاق کی نگاہ میں نہایت پسندیدہ اور دین کی نظر میں مطلوب اور محمود ہے مثلاً اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان سے نیک گمان اور ان لوگوں کے ساتھ حسن ظن جن سے آدمی کا میل جول ہو اور جن کے متعلق بدگمانی کرنے کی کوئی معقول وجہ نہ ہو۔

گمان کی ایک قسم وہ ہے جو ہے تو بدگمانی لیکن جائز نوعیت کی ہے اور اس کا شمار گناہ میں نہیں ہو سکتا مثلاً کسی شخص یا گروہ کی سیرت و کردار میں یا اس کے معاملات اور طور طریقوں میں ایسی واضح علامات پائی جاتی ہوں جس کی بنا پر وہ حسن ظن کا مستحق نہ ہو۔ اور اس سے بدگمانی کرنے کے لیے معقول وجوہ موجود ہوں ایسی حالات میں شریعت کا مطالبہ یہ ہرگز نہیں ہے کہ آدمی سادہ لوحی برت کر ضرور اس سے حسن ظن ہی رکھے۔ لیکن اس جائز بدگمانی کی آخری حد یہ ہے کہ اس کے امکانی شر سے بچنے کے لیے بس احتیاط سے کام لینے پر اکتفا کیا جائے۔ اس سے آگے بڑھ کر محض گمان کی بنا پر اس کے خلاف کوئی کارروائی کر بیٹھنا درست نہیں ہے۔ ایک قسم گناہ کی وہ ہے جو درحقیقت گناہ ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کسی شخص سے بلاسبب بدگمانی کرے یا دوسروں سے متعلق رائے قائم کرنے میں ہمیشہ بدگمانی ہی سے ابتداء کیا کرے یا ایسے لوگوں کے معاملہ میں بدظنی سے کام لے جن کا ظاہر حال یہ بتا رہا ہو کہ وہ نیک اور شریف ہیں اسی طرح یہ بات بھی گناہ ہے کہ ایک شخص کے کسی قول یا فعل میں برائی اور بھلائی کا یکساں احتمال ہو اور ہم محض سوء ظن سے کام لے کر اسے برائی ہی پر محمول کریں۔[15]

---

[15] تفہیم القرآن:5/87

tfhym āl-qran: 5/87

اس لیے کسی بھی انسان سے متعلق بدگمان نہیں ہونا چاہیے۔ دماغی صحت کے لئے بدگمانی سے خود کو بچانا از حد ضروری ہے۔ بہت سے ذہنی امراض کا شکار انسان بدگمانیوں کے سبب ہوتا ہے۔[16] جب تک کہ کوئی معقول وجہ ثابت شدہ نہ ہو۔ بغیر کسی ٹھوس وجوہ کے کسی مفروضہ پر رائے قائم کر کے بدگمان ہونا مومنانہ بصیرت کے منافی ہے۔ جس کا ظاہر اچھا ہو اس کے بارے بدگمانی رکھنا درست نہیں۔

پانچواں حکم: تجسس کی ممانعت:

تجسس یعنی ٹوہ لگانا، انسان جن چیزوں کو چھپانا چاہتا ہے انہیں جاننے کی کوشش کرنا، دوسروں کے معائب اور کمزوریوں کی تلاش میں رہنا یہ سب تجسس میں داخل ہے۔

کسی کے معاملات کی کھوج لگانے کی کوشش کرنا کسی کی ذاتی زندگی میں زبردستی دخل اندازی کرنا، راز ٹٹولنے کی کوشش کرنا۔ دروازے کے ساتھ کان لگا کر یا چھپ کر باتیں سننا یا ایسے ظاہر کرنا کہ وہ سویا ہوا ہے یا اس کا دھیان کسی اور طرف ہے لیکن کان دوسروں کی باتیں سننے کی طرف لگائے ہوئے ہوں۔ کسی کے کمپیوٹر یا موبائل میں سے اس کی معلومات کو جاننے کی کوشش کرنا یہ اور اس سے ملتے جلتے تمام امور غیر اخلاقی حرکات میں شامل ہیں جن سب پر تجسس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ذیل میں چند روایات درج ذیل ہیں جن میں تجسس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اے لوگو جو زبان سے ایمان لے آئے ہو! مگر ابھی تمہارے دلوں میں ایمان نہیں اترا ہے، مسلمانوں کے پوشیدہ حالات کی کھوج نہ لگایا کرو کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب ڈھونڈنے کے درپے ہو گا اللہ اس کے عیوب کے درپے ہو جائے گا اور اللہ جس کے درپے ہو جائے اسے اس کے گھر میں رسوا کر کے چھوڑتا ہے۔"[17]

حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم اگر لوگوں کے مخفی حالات معلوم کرنے کے درپے ہو گے تو تم ان میں بگاڑ پیدا کر دو گے یا بگاڑ کے قریب پہنچا دو گے۔[18]

---

[16] Raza, AA, HF Rasool, and ARehman. "سماجی وحدت کیلئے مساجد کاکردار، سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں: THE ROLE OF MOSQUES FOR THE SOCIAL UNITY IN THE LIGHT OF SIRAT-E-TAIBA ﷺ." *Al Meezan Research Journal of Social Sciences* 3, no. 01 (2023): 37.

[17] ابوداود، السنن، کتاب الادب، باب فی الغیبة، رقم الحدیث: 4880

ābwdāwd، āl-sunn، ktāb āl-ādb، bāb fy āl-ġybh، rqm āl-ḥdyṯ: 4880

[18] ایضاً، باب فی التجسس، رقم الحدیث: 4888

āyḍā bāb fy āltǧss، rqm ālḥdyṯ: 4888

اسی حوالے سے آپ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

"جو شخص کسی مسلمان کا کوئی عیب دیکھے اور اس کو چھپادے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی نے زندہ در گور کی ہوئی لڑکی کو قبر سے نکال کر زندہ بچالیا۔"[19]

تجسس کے عادی انسان کی سوچ منفی ہو جاتی ہے۔ فریب سازی کی عادت پیدا ہوتی ہے اور غیبت کا دروازہ کھلتا ہے۔ لہٰذا اس مرض سے بچنا بھی انتہائی ضروری ہے تاکہ معاشرت کا حسن تجسس جیسے مرض سے پیدا ہونے والے نقصانات سے محفوظ رہے۔

چھٹا حکم: غیبت کی ممانعت:

غیبت کی تعریف خود نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے واضح ہو جاتی ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرے جو اسے ناگوار ہو (اس کے بعد آپؐ سے) عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات پائی جاتی ہو تو پھر آپؐ کا کیا خیال ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ بات اس میں پائی جاتی ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات نہیں پائی جاتی تو پھر تو نے اس پر بہتان لگایا۔"[20]

غیبت کرنا ہمارے معاشرے کے ہر دوسرے انسان کا مزاج بن چکا ہے چاہے وہ پڑھا لکھا ہے اور چاہے کوئی علم سے ناآشنا۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہو گا کہ غیبت موجودہ معاشرہ کی ایک قدر کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ یہ چونکہ معاشرہ میں شر اور فساد کا باعث بنتی ہے اور جس سے تعلقات مجروح ہوتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس اخلاقی برائی کا ذکر کرنے کے فوراً بعد غیبت کرنے والے شخص کے لیے سخت وعید بھی سنائی ہے کہ غیبت کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے والا ہے۔ یعنی اپنے بھائی کی مردہ لاش کو دیکھنا انسان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے کجا یہ کہ اس بھائی کے گوشت کھانے کا تصور کرنا۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ انسان اس مہلک اخلاقی برائی سے ہر صورت میں بچتا رہے۔

---

[19] الادب المفرد، باب من ستر مسلماً، رقم الحدیث:758

Āl-ādb āl-mfrdʿ bāb mn str mslmā rqm ālḥdyṯ:758

[20] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب البر و الصلة و الاداب، باب تحریم الغیبة، رقم الحدیث:6593

mslm bn ḥğāğʿ ālğāmʿ ālṣḥىḥʿ ktāb ālbr w ālṣlh w āl-ādābʿbāb tḥrym āl-ġybhʿ rqm āl-ḥdyṯ:6593

جس سے ایک انسان کی برائیوں کی اشاعت ہوتی ہے اس کے معائب مخفی نہیں رہتے۔ نہ صرف خیر خواہی کے جذبات متاثر ہوتے ہیں بلکہ جذبہ اخوت کو بہت بڑا دھچکا لگتا ہے چاہے غیبت توہین کے لیے ہو یا محض برائے تفریح ہو۔ دونوں صورتوں میں معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔ لہٰذا جس کی غیبت کی جائے یا جس کے سامنے غیبت کی ہے۔ اگر ممکن ہو تو ان سے معافی مانگی جائے ورنہ جس کی غیبت کی اس کے لیے خیر اور بھلائی کی دعا کی جائے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے یعنی مذکورہ بالا تمام رذائل سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا اور ساتھ انسان کے لیے امید کا پیغام بھی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرنے والے اور بہت مہربان ہیں۔ اگر تم رجوع کرنا چاہو تو اللہ کی رحمت کا دروازہ کھلا ہے۔ موجودہ معاشرت میں عالمی سطح پر الحاد اور ملحدین اور غیر مسلم افکار واقتدار کی ہر ممکن کوشش یہ ہے کہ خاص طور پر مسلم معاشرت میں تشکیک بڑھادی جائے اگرچہ ان ملحدین کے افکار کی پوزیشن غیر منطقی سطح کی ہے:

"The position of atheists is illogical and irrational[21]"

سورہ حجرات کی ان دو مختصر لیکن متنوع مضامین کی جامع آیات میں انتہائی بلیغ انداز میں معاشرت کے حسن کو محفوظ رکھنے کے احکامات بیان کئے گئے ہیں۔ جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ اخلاقی معاشروں اور ثقافتوں کی نشوونما کے لیے شخصیت کی نشوونما ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اسے تنہا نہیں چھوڑا۔ اس نے لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی ترقی کے لیے بھی انتظامات کیے ہیں۔ اس کے لئے حسنِ معاشرت کا پہلو سب سے اہم ہے اور جب تک انسان کو ان معاشرتی خرابیوں سے دور نہ رکھا جائے تب تک وہ حقیقت میں انسانیت کے شرف وامتیاز سے بھی روشناس نہیں ہو پاتا۔ اس لئے انسانی شخصیت کو پرکشش بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے اخلاقی اقدار پر مشتمل احکامات اور ہدایات عطا فرمائی ہیں:

"Personality development is essential to develop ethical societies and cultures. The God has created human and did not leave him alone. He also has done arrangements for individual as well as collective growth of people.[22]"

---

[21]Rehman, A, HF Rasool, and A.A Raza. "God's Existence In Primary Islamic Sources: An Analytical Study In View Of New Atheism." *Journal of Positive School Psychology* 6, no. 9 (2022): 26-33.

[22]Rehman A, HF Rasool, and AA Raza. "THE ORIGINS OF SELF-DEVELOPMENT: AN ANALYSIS OF THE APPROACHES OF JUDAISM, CHRISTIANITY AND ISLAM IN VIEW OF INTERFAITH DIALOGUE." *Folia Linguistica-Journal* 15, no. 04 (2022): 87.

خلاصہ

عصر حاضر کا ایک بہت بڑا المیہ اور لمحہ فکریہ یہ ہے کہ انسانی معاشرہ اخلاقی خلفشار کا شکار ہے۔ آپس کے تعلقات میں فاصلے اور دوریاں پیدا ہو رہی ہیں اور عدم برداشت کا رویہ عام ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ صحت مند معاشرہ کے قیام کے لئے اخلاقی قدریں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسلام کا بہت بڑا مقصد ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل ہے جہاں انسانیت کا احترام ہو اور پر امن بقائے باہمی کا فروغ ہو۔ قرآن مجید کی سورۃ الحجرات میں عالمگیر معاشرتی اور اخلاقی تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔ جن کا اطلاق دنیا کے کسی بھی معاشرہ میں کیا جاسکتا ہے۔ جیسے

۱۔ مذاق اُڑانے کی بڑی سختی سے ممانعت کی گئی ہے کیونکہ یہ احترام آدمیت کے خلاف ہے۔

۲۔ طعن وعیب لگانے کی سختی سے ممانعت کی گئی۔

۳۔ لوگوں کو برے القابات سے پکارنے سے سختی سے روکا گیا۔ کیونکہ اس سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے جو کہ معاشرتی آداب کے خلاف ہے۔ اسلام ہمیں ایسے اقدام سے روکتا ہے جس سے کسی کی تنقیص کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔

۴۔ دوسروں کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے اور بدگمانی سے حتی المقدور گریز کیا جائے کیونکہ اس سے باہمی اعتماد وایقان پہ زد پڑتی ہے۔

۵۔ دوسرے انسانوں کے معاملات میں کھوج لگانے کی کوشش کو اور کسی کی ذاتی زندگی میں زبردستی دخل اندازی اور راز ٹٹولنے کی جستجو کو سختی سے روکنا تاکہ باہمی معاملاتِ زندگی متاثر نہ ہوں اور یس کے ساتھ ساتھ غیبت جیسے گھنونی برائی سے اجتناب کا حکم دیا۔ جو کہ معاشرہ میں شر اور فساد کا بنیادی سبب بنتی ہے۔